شیخ نورالحق محدث دہلوی بحیثیت شارحِ حدیث

Sheikh Noor-ul-Haq Muhaddith Dehlvī as an Interpreter of *Ḥadīth*

[*] **Muhammad Ziaullah**

Abstract

Sheikh Noor-ul-Haq Muhaddith Dehlvi belongs to a famous religious family of subcontinent. Among his creed, there were great scholars and Muhadditheen. They took significant role in thw field f Hadith-e-Nabwi (S.A.W). Taiseer-ul-Qari Sharha Bukhari in Persian language is one of the major works of Sheikh Noor-ul-Haq Muhaddith Dehlvi. This article throws light on the methodology of the writer in this book. Among some major characteristics of his methodology is that the writer interprets the Hadith with the help of Quran, Hadith, History & Biography of Prophet Muhammad (S.A.W), Sayings of the companions of Prophet Muhammad (S.A.W) and Muhadditheen.

Key Words: Sheikh Noor-ul-Haq, Ḥadīth, Interpretation

تمہید

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اکبری دور کے الحاد کے بعد برصغیر کے عوام وخواص کو علم حدیث کی طرف راغب کیا۔ دہلی میں علم حدیث کا حلقہ شروع کیا جس سے ہزاروں طلباء نے کسب فیض کیا۔ شیخ نے برصغیر کے مدارس میں مشکوۃ المصابیح کو متعارف کرایا اور اس کی عربی اور فارسی شرحیں لکھیں۔ ان کا انتقال 1052 ہجری میں ہوا۔ ان کی اولاد میں بہت سے اہل علم پیدا ہوئے۔ منشی برکت علی لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی۔ 1047ھ میں ہی آپ کی اولاد پچاس سے زیادہ تھی۔[(1)] ان کے شاگردوں اور اولاد میں سب سے پہلی شخصیت ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق مشرقی ہیں۔

شیخ نورالحق مشرقی

نام نورالحق، کنیت ابو السعادات اور لقب جمال تھا۔[(2)] آپ نے خود اپنا نام نور محمد المدعو بنورالحق لکھا ہے۔[(3)]

ولادت اور وفات

* PhD Scholar, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU Islamabad

شیخ نورالحق کی ولادت 983ء میں اور وفات 9 شوال 1073 ہوئی۔[4] آپ شیخ عبد الحق کے فرزند اکبر ہیں۔

تعلیم

شیخ نورالحق نے اپنے والد محترم سے ہی علوم کی تکمیل کی۔ خود تحریر کرتے ہیں:

"میرے باپ ہی نے مجھے ا، ب، ت کی تختی پڑھائی اور میرے باپ ہی نے مجھے فارغ التحصیل کیا"۔[5]

علم و فضل

شیخ نورالحق اپنے والد کے علمی و روحانی کمالات کے وارث اور صحیح جانشین تھے۔ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

(خلف الصدق شیخ عبد الحق دہلوی قدس اسرارھما تلمیذ و مقبول والد بزرگوار و وارث کمالات صوری و معنوی آن یگانہ روزگار است)۔[6]

"یہ یگانہ روزگار حضرت شیخ کے خلف الصدق، ان کے شاگرد، ان کے صوری اور معنوی کمالات کے وارث تھے"۔

شیخ عبد الحق کو اپنے بیٹے کے علمی مقام پر فخر تھا۔ اور انکے زہد و تقوی کی وجہ سے ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ اور انہیں اپنا علمی سرمایہ سمجھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں: (از من ہیچ عمل نیامدہ کہ واسطہ و سبب نجات من در عاقبت گردد الاوجود مسعود آں فرزند دلبند، بیت

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بد اں را بہ نیکاں بخشد کریم

و از اینجا است کہ پسر صالح را از اعمال خیر شمردہ اند)۔[7]

"اس فرزند دلبند کے بابرکت وجود کے علاوہ میرا کوئی عمل نہیں جو آخرت میں میری نجات کا وسیلہ و سبب بنے۔

میں نے سنا ہے کہ خوف اور امید کے دن کریم رب بروں کو نیکوں کے صدقے بخش دے گا۔

اور اسی وجہ سے نیک بیٹے کو اعمال صالحہ میں شمار کیا گیا ہے"۔

شیخ آزاد بلگرامی نقل کرتے ہیں کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنے بیٹے کے مقام و مرتبے کی بابت فرمایا:

(اگرچہ پسر من است اما بجائے پدر را اگرچہ شاگرد من است اما بجائے استاد اگرچہ مرید من است اما بجائے پیر می دانم)۔[8]

"اگرچہ میرا بیٹا ہے مگر باپ کی جگہ ہے، اگرچہ میرا شاگرد ہے لیکن استاد کی جگہ ہے۔ اگرچہ میرا مرید ہے مگر پیر کی جگہ ہے"۔

بیعت

شیخ نورالحق کی بیعت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ وہ اپنے والد سے ہی بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت حاصل کی۔ فرحت الناظرین کے مصنف نے لکھا ہے:

"محدث فاضل اور معتبر عالم تھے اپنے والد شیخ عبد الحق دہلوی کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ شیخ مذکور (نورالحق) سلسلہ قادریہ اور شاذلیہ میں نسبت ارادت رکھتے تھے"۔[9]

تذکرہ علمائے ہند کے مصنف نے لکھا ہے کہ وہ خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی کے مرید تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

(شاگرد والد خود و مرید خواجہ معصوم مجددی است)۔[10]

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"شیخ عبد الحق کی وفات کے بعد حضرت عاشق محمد نبیرہ خواجہ شاہ نظام الدین نارنولی سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی اور ان کے حلقہ مریدین میں شامل ہوگئے تھے"۔(11)

منصب قضاء

شیخ نور الحق تفسیر، حدیث، فقہ اور متداول علوم پر عبور رکھتے تھے۔شاہجہاں آپ کی علمی بصیرت کا قائل تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو دکن جاتے ہوئے آپ کو آگرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:(صاحب قرآں شاہجہاں انار اللہ برہانہ از ایام شہزادگی بر جواہر استعداد عالی او اطلاع داشت وقت بر افروختن رابوقت توجہ جانب دکن راقضاء مستقر الخلافہ اکبر آباد تفویض فرمود۔مدتے بمقضائے آں مصر پر داخت و حق ایں منصب نازک نومی کہ باید بہ تقدیم رساند)۔(12)"چونکہ صاحب قرآن شاہجہاں زمانہ شہزادگی سے بھی آپ کے علمی پائے اور کمالات سے واقف تھا دکن کیطرف فوج کشی کے وقت شیخ نور الحق کو دارالسلطنت اکبر آباد کا منصب قضا تفویض کیا اورآپ اس شہر کے منصب قضاء پر ایک مدت تک فائز رہے اور اس نازک منصب کی ذمہ داری کو کماحقہ انجام دیا"۔

حلقہ حدیث

شیخ نور الحق نے اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مسند حدیث سنبھالی۔جہاں سے بہت سے تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی۔جن میں سے چند شخصیات کے مختصر تذکرے سید احمد قادری نے کیے ہیں۔ان میں بر صغیر کے معروف علمی گھرانے کے چشم وچراغ میر سید مبارک محدث بلگرامی ہیں جنھوں نے تمام عمر خدمت حدیث میں گزاری اور قطب المحدثین کے لقب سے مشہور ہوئے۔جن کی اولاد میں سے میر عبد الجلیل بلگرامی اور علامہ غلام علی آزاد بلگرامی صاحب مآثر الکرام ہیں۔اسی طرح صوبہ بہار میں حافظ الوقت مولانا عبد الرزاق نے بھی شیخ نور الحق سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔(13)

ان چند شخصیات کے ناموں سے معلوم ہوا کہ بر صغیر میں علم حدیث کی ترویج کرنے والے مقتدر علماء کا سلسلہ فیض شیخ نور الحق کے واسطے سے ان کے والد گرامی شیخ عبد الحق محدث دہلوی تک پہنچا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور ان کی اولاد خصوصا شیخ نور الحق کی خدمت حدیث کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے خاندان کے افراد نے حدیث اور اصول حدیث پر تیرہ بلند پایہ کتب تصنیف کی ہیں۔سید ابو الحسن علی ندوی شیخ نور الحق محدث دہلوی کی خدمات حدیث پر یوں رقمطراز ہیں:"شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بعد ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق متوفی 1073ھ نے اس علم کی خدمت اور نشر واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔اور ان کے بعد ان کے تلامذہ اور اولاد نے بھی اس فن کی خدمت کی ہے"۔(14)حدائق الحنفیہ کے مؤلف آپ کی خدمات کا تذکرہ مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں کرتے ہیں:"تصانیف بھی آپ نے کثرت سے لکھیں۔اور جس طرح آپ کے والد ماجد نے ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں احسان کا ہاتھ کھولا تھا۔ویسا ہی آپ نے ترجمہ فارسی صحیح بخاری میں صلائے فیض عام دیکر تیسر القاری فی شرح صحیح بخاری اور نیز شرح صحیح مسلم تصنیف کی"۔(15)

شیخ نور الحق کی تصانیف

شیخ نور الحق تدریس و تحریر، ادب و سخن غرض ہر میدان میں ماہر تھے۔ درس و تبلیغ کی مصروفیات کے باوجود انہوں نے کئی ضخیم کتب تصنیف کیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ان کی مندرجہ ذیل گیارہ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری، ۲۔ شمائل ترمذی (جسکا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں ہے)، ۳۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ (قلمی نسخہ ایشیاءتک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہے)۴۔ حاشیہ علی شرح الجامی (قلمی نسخے پشاوراور حیدرآبادانڈیامیں ہیں)۵۔ شرح قرآن السعدین (قلمی نسخے برٹش میوزیم، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے کتب خانہ میں ہے)۶۔ حاشیہ شرح عضدی، ۷۔ حاشیہ شرح مطالع، ۸۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، ۹۔ رسالہ دربیان رؤیاء، ۱۰۔ محی القلوب، ۱۱۔ زبدۃ التواریخ۔ [16]

ڈاکٹر محمد یونس قادری نے ان کے علاوہ مثنوی تحفۃ العراقینبھی بیان کی ہے۔ [17]

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی نے مزید تین تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے۔ اثبات رفع المسبحۃفی التشھد، دیوان مشرقی، شرح صحیح مسلم۔ [18]

حنفی المذہب

شیخ نور الحق اور ان کے والد شیخ عبد الحق محدث دہلوی دونوں فقہ حنفی پر عمل پیرا تھے۔

تیسیر القاری کا منہج واسلوب

شیخ نور الحق نے بخاری کی شرح کرتے ہوئے قدیم مفسرین کا منہج اختیار کیا ہے۔ البتہ آپ نے متقدمین کے اہم نکات کی تسہیل کر کے اسے قارئین کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں خود اپنی تصنیف کا اسلوب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (زبدہ و خلاصہ ایں چند شرح کرمانی وفتح الباری وعینی وسیوطی وشرح تراجم وقسطلانی کہ متداول علماء روزگار است بر گرفتہ واز اطناب تطویل کلام کہ ایں شروح دارند اغماض نظر نمودہ بفارسی زبان حسب الامر مطالب ومقاصد ضروریہ آں بروجہ استیفا ادا کردہ بہ "تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری" مسمی ساخت تابر سائر طالبان کہ از پایہ کمال دانش قاصر باشند اخذ مطالب واستفادہ ازیں کتاب والا القاب آسان گردد)۔ [19] "چند شروحات، شرح کرمانی، فتح الباری، عینی، سیوطی اور قسطلانی جو کہ متداول علمائے زمان ہیں۔ ان کی شروح کو لیا اور ان شروح میں کلام کی طوالت سے صرف نظر کرتے ہوئے حسب الارشاد فارسی زبان میں کتاب کے مطالب و مقاصد ضروریہ بیان کیے ہیں اور تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تاکہ وہ طلباء جو کہ عقل و دانش کے مرتبہ کمال سے کم ہیں ان کے لیے اس کتاب سے استفادہ اور مقاصد کا حصول آسان ہو جائے"۔

روایات سیرت اور تاریخ کی روشنی میں شرح حدیث

امام بخاری نے جن جلیل القدر شخصیات سے احادیث روایت کی ہیں ان میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہیں۔ علم حدیث کی حفاظت کے لیے ہزاروں علماء حدیث کی سوانح عمری اور حالات زندگی نقل کیے گئے۔ اسی طرح شارحین حدیث کسی مقام، شہر یا ملک کے تذکرے میں اس کا محل وقوع اور تاریخ نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ لغت کے بیان میں بعض اماکن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ شارح بخاری شیخ نور الحق محدث دہلوی نے مختلف مقامات پر بعض شخصیات، اقوام اور اشیاء کی تاریخ بیان کی ہے یا کسی حدیث کی وضاحت میں اس کا شان ورود بیان کیا ہے۔ جو تاریخ اور سیرت کا اہم باب ہے۔ کتب سیرت اور تاریخ میں سیرت ابن اسحاق، ابن ہشام، المواہب الدنیہ للقسطلانی، تاریخ بخاری، ابن عساکر، واقدی، اور طبقات ابن سعد کے حوالہ جات ملتے

ہیں۔ شیخ نور الحق سیرت یا تاریخ کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کبھی کتاب اور مصنف کا نام ذکر کرتے ہیں اور کبھی "در روایتے آمدہ" اور کہیں "بعضے گفتہ اند" اور "اہل سیر گفتند" وغیرہ کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ شیخ کا اسلوب اور قاعدہ یہ ہے کہ وہ تاریخ اور سیرت کی امہات کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔اس لیے وہ عموماً واقعات سیرت پر جرح نہیں کرتے اور ابن ہشام، ابن اسحاق اور واقدی وغیرھم پر اعتماد کرتے ہوئے من وعن واقعہ بیان کر دیتے ہیں۔ کتب سیرت میں سے مواھب لدنیہ کے حوالہ جات کثرت سے ملتے ہیں۔ مواہب کے بارے میں صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں (در سیر جامع تر ازاں کتابی کم تر تالیف یافتہ)۔[20] بعض روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں (اخبار اسرائیلیاں است)۔[21] واقعات سیرت اور تاریخ کی چند مثالیں شیخ نور الحق کی کتاب تیسیر القاری سے مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ کتاب الایمان میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے {إنی سابت رجلا فی زمن رسول االلہ ﷺ فعیرتہ بامہ فقال لی النبی ﷺ یا أبا ذر أعیرتہ بامہ إنک امرؤ فیک جاھلیۃ}۔ شارح کہتے ہیں وہ شخصیت حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔اس کے بعد شیخ نور الحق نقل کرتے ہیں:(روایت کردہ اند کہ چوں ابو ذر سرزنش کرد بلال را شکوہ برد پیش آنحضرت ﷺ و آنحضرت فرمود آنچہ فرمود در روایتی دیگر آمدہ کہ آنحضرت ﷺ فرمود با بوذر کہ گمان نہ داشتم کہ باقی ماندہ است در سینہ تو از کبر جاہلیت چیزے ابوذر بشنیدن ایں حرف خود را بزمین انداخت ور خسار خود را بر خاک نہاد و گفت سوگند خدا بر نمی دارم رخسار خود را تا آنکہ پایمال نکند بلال بہر دو پای رخسار مرا پس بلال پائے مالید رخسار او را تا از سوگند بر آید)۔[22] "روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو ذر نے حضرت بلال کو ڈانٹا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی۔ جس پر آپ ﷺ نے سخت کلام فرمایا۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تمہارے سینے میں جاہلیت کے تکبر میں سے کچھ موجود ہے۔ آپ نے یہ سنتے ہی اپنے آپ کو زمین پر لٹا دیا اپنا رخسار زمین پر رکھا اور کہا اللہ کی قسم میں اپنا رخسار نہیں اٹھاؤں گا جب تک بلال اپنے دونوں پاؤں میرے رخسار پر نہ رکھے گا۔ پس حضرت بلال نے اپنے پاؤں ان کے رخسار پر رکھے تو ان کی قسم پوری ہوئی"۔

اس حدیث میں امام بخاری نے جتنا واقعہ نقل کیا تھا۔ شیخ نور الحق نے اس واقعہ کو مکمل کر دیا اور اس کی تفصیل بیان کر دی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ پر ارشاد رسول اللہ ﷺ کا اثر بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت بلال سے معافی مانگی جب تک حضرت بلال نے معاف نہیں کیا وہ امین سے نہیں اٹھے۔اس سے صحابہ کرام کی اطاعت رسول ﷺ، محبت رسول ﷺ اور صحابہ کی باہمی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ شیخ نور الحق نے اس روایت کا حوالہ ذکر نہیں کیا۔

2۔ کتاب العلم میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بحرین کے حاکم کے پاس اپنا خط دے کر بھیجا تا کہ حاکم بحرین اس خط کو کسری کے پاس بھیجے۔ حاکم بحرین کے تعارف میں شیخ نور الحق لکھتے ہیں:(کلان بحرین کہ منظر نام داشت و راملک نہ فرمود زیرا کہ کافر را ملک و سلطنت نمی باشد و بحرین بلفظ تثنیہ نام شہریست میان بصری و عمان و کسری بادشاہ فارسیاں پرویز بن ہرمز پسر نوشیر واں بود)۔[23] "عظیم البحرین کا نام منظر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے

اسے بادشاہ نہیں فرمایا کیونکہ کافر کی بادشاہی اور سلطنت نہیں ہوتی۔ بحرین تثنیہ ہے۔شہر کا نام ہے جو بصرہ اور عمان کے درمیان ہے اور کسری فارسیوں کا بادشاہ تھا جس کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا"۔

اس شرح میں شیخ نور الحق نے بحرین اور کسری کا تعارف بیان کیا ہے۔ شیخ نے جن اماکن و اشخاص کا تذکرہ کیا ہے ان کی مثالیں لغت کے بیان میں مذکور ہیں۔ شیخ نے اسماء اور اماکن کے بارے میں تفصیلی معلومات مہیا کی ہیں۔

3۔باب کتابۃ العلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔{یقول مامن اصحاب النبی صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احد اکثر حدیثاً عنہ منی الا ماکان من عبد اللہ ابن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب}۔اس کی شرح میں شیخ نور الحق لکھتے ہیں:(بعضے تقریر معنیٰ ایں عبارت چنیں کردہ اند کہ نیست ہیچ یکے حدیث او اکثر از حدیث من مگر احادیثی کہ حاصل از عبد اللہ بن عمرو لازم می آید کہ احادیث عبد اللہ بیشتر از حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ باشد واقع خلاف می نماید در آنچہ مؤلف گفتہ نزدیک بہشت صد کس از حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کردہ اند و پنج ہزار و سیصد حدیث ازو آوردہ و یافتہ شدہ است مر عبد اللہ ابن عمر راہفت صد حدیث و یکے احادیث عبد اللہ راوجہے گفتہ اند کہ وی در مصر سکونت ورزید و واردان بروی کمتر بودند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ در مدینہ مطہرہ و طن گرفت و مدینہ مقصد وماوی مسلمانان از ہر جہت بود فراواں مردم از وی حدیث شنیدند)۔[24]"بعض علماء نے اس عبارت کی یوں تقریر کی ہے کہ کسی کی حدیثیں مجھ سے زیادہ نہیں مگر وہ احادیث جو عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایات حضرت ابوہریرہ سے زیادہ تھیں مؤلف نے کہا ہے کہ آٹھ سو کے قریب احادیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو کی سات سو حدیثیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مصر میں سکونت پذیر تھے ان کے پاس کم لوگ آتے جاتے تھے اور حضرت ابوہریرہ مدینہ منورہ میں تھے۔ مدینہ ہر طرف سے مسلمانوں کا مرکز تھا تو ان سے بہت سے لوگوں نے حدیثیں سنیں"۔

دو مشہور محدث صحابہ حضرت ابوہریرۃ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے حدیث کی کثرت روایت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حدیث لکھنے والے پہلے صحابی ہیں تو ان سے اس کثرت سے روایات کیوں منقول نہیں۔ جبکہ حضرت ابوہریرۃ سے کثیر روایات منقول ہیں۔اس سوال کا جواب دیا ہے جس سے دونوں صحابہ کی سکونت و مسکن کا بھی علم ہوا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین کی جائے سکونت کے اعتبار سے ان کی علمی شہرت میں فرق پڑتا تھا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہتے تھے اس وجہ سے ان سے روایت لینے والے کثیر ہوئے جبکہ عبد اللہ بن عمرو کی سکونت مصر میں تھی جہاں لوگوں کی آمد و رفت کم تھی اس لیے ان سے روایت لینے والے بھی کم ہیں۔ شیخ نور الحق نے رسالتمآب صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد صحابہ کی تاریخ بھی بیان کر دی۔

4۔باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس عنہ فیقع فی اشد منہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت عائشہ کو فرمایا:{اے عائشہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبے کو گرا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ۔لوگ ایک دروازے سے داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایسا کر دیا}۔ اس کی شرح میں کعبہ مقدسہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:(حجاج ناپاک انداخت بنای ابن زبیر رضی اللہ عنہ راو باز بر

ہماں وضع سابق بنای کرد۔ گویند ہارون رشید استفسار کرد از امام مالک کہ بنای کند بر وضع کہ خواستہ بود رسول خداﷺ۔ امام صلاح عین منع دیدہ تا تغیر کعبہ انہدام آں عادت ملوک نگردد واین بنای حجاج پنجم بنای کعبہ است واللہ اعلم)۔[25]"حجاج ناپاک نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی عمارت کو گرادیا اور پھر سابقہ بنیاد پر تعمیر کردیا۔ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے امام مالک سے پوچھا کہ کعبہ مقدسہ کی تعمیر اسی طریقے سے کی جائے جیسے رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے امام صلاح نے منع فرمادیا تاکہ کعبے کو بدلنا اور گرانا بادشاہوں کی عادت نہ بن جائے یہ حجاج کی تعمیر کعبہ مقدسہ کی پانچویں تعمیر ہے۔ واللہ اعلم"۔

کعبہ مقدسہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اسے حجاج بن یوسف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور کعبہ مقدسہ کی موجودہ عمارت کا اپنی جگہ قائم رہنا امام مالک کے مضبوط مؤقف کیوجہ سے ہے۔ اس شرح میں شارح نے حجاج کے لیے جو لہجہ استعمال کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی شخص اگر کسی برائی میں معروف ہو تو اسے مخصوص کرکے برا کہا جاسکتا ہے۔ علماء متقدمین کا یہی طریقہ تھا کہ وہ کسی شرعی حکم پر جرح کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

5۔ کتاب الانبیاء میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ {قلت یارسول اللہ ﷺ ای مسجد وضع فی الارض اول قال المسجد الحرام قلت ثم ای قال المسجد الاقصی قلت کم بینہما قال اربعون سنۃ}۔ اس حدیث کی شرح میں کعبہ مقدسہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:(اگر گوئی بانی کعبہ ابراہیم است چناں کہ معلوم شد وبانی مسجد اقصیٰ سلیمان ومدت درمیان ایہابر چہل سال است گوییم کہ دراین حدیث دلالت نیست بر آں کہ ابتدائے بنای از ابراہیم است وہم چنیں آنجا کہ نسبت مسجد اقصی بسلیمانکردہ اند تواند کہ این ہر دو مسجد را دیگراں بنا کردہ باشند واین دو پیغمبر بحکم خدا تجدید کردہ اند وبنای آدم علیہ السلام کعبہ را مشہور ومذکور است وگویند در طوفان نوح آنرا بر داشتہ بآسمان بردہ بودند چوں اولاد آدم برروئے زمین منتشر شدند بنائے مسجد اقصی کردہ باشند واز ابن ہشام منقول است کہ ہرگاہ آدم بنا کرد کعبہ را بامر الہی رفتہ بنای مسجد اقصی کردہ است عبادت کردہ اند)۔[26]"اگر یہ سوال کیا جائے کہ کعبہ کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور مسجد اقصی کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان کے درمیان چالیس سال سے زیادہ کی مدت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس بات پر دلیل نہیں کہ کعبے کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی۔ مسجد اقصیٰ کی جو نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے وہ بھی ایسے ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کو اور لوگوں نے تعمیر کیا ہو ان دونوں رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجدید کی ہو۔ آدم علیہ السلام کا کعبہ کی تعمیر کرنا مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ طوفان نوح میں اس کو آسمان پہ اٹھالیا گیا تھا۔ جب اولاد آدم زمین پر پھیل گئی انہوں نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی۔ ابن ہشام سے منقول ہے اگرچہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبہ تعمیر کیا لیکن آپ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر بھی کی اور اس میں عبادت بھی کی"۔

اس شرح حدیث میں کعبہ مقدسہ اور بیت المقدس کی تعمیر کے بارے میں اقوال میں تطبیق کی ہے اور قبلتین کی تاریخ بھی بیان کردی کہ ان دونوں کے بانی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

6۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس داماد رسول ﷺ کا تذکرہ وتعارف کرتے ہوئے ان کے نسب میں والد کی جگہ دادا کا نام لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہیں:(صحیح آنست کہ عبد شمس جد ربیعہ است از شہرت نسبت کردہ اند در بنوت او را بعبد شمس نام پدر او عبد

العزی بن عبد شمس است و ابوالعاص بقول مختار نام او مقسم است تزویج کردہ بود آنحضرت ﷺ زینب را بوی پیش از ظہور نبوت و او بعد از ظہور اسلام بکافران بود اسیر شد روز بدر پس اسلام آوردہ و ہجرت نمودہ پیش آنحضرت ﷺ آمد و آنحضرت زینب را باز باو دادند آنحضرت خوش کردہ داماد اور او ثناء گفتہ بر آن و وی در ایام خلافت صدیق وفات یافتہ و زینب ہم در حبالہ نکاح او در گذشتہ است و امامہ را امیر المؤمنین علی بعد از فوت فاطمہ زہرہ تزویج کردہ)۔[27] "صحیح یہ ہے کہ عبد شمس ربیعہ کے جد ہیں۔ شہرت کی وجہ سے ابن شمس کی طرف بیٹا ہونے کی نسبت کی گئی ہے۔ ان کے والد کا نام عبد العزی بن عبد شمس ہے ابو العاص کا نام مختار قول کے مطابق مقسم تھا ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت سے پہلے فرمایا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد وہ کافروں کے ساتھ تھے بدر کے دن وہ قیدی بنے۔ اسلام لا کر ہجرت کر کے حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کو واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے داماد کو خوش فرمایا۔ ان کی تعریف کی۔ اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت زینب نے بھی انھی کے نکاح میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ زہرہ کے وصال کے بعد ان کی بیٹی حضر تامامہ سے شادی کی"۔

داماد رسول ابو العاص کا نسب اور رسول اللہ ﷺ کا ان کے ساتھ حسن سلوک ذکر کیا ہے۔ سیدہ زینب حضور ﷺ کی بڑی صاحبزادی تھیں اور آپ کو ان سے اور ان کی بیٹی سے بھی بہت محبت تھی۔ اس تعلق کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو العاص کو بھی محروم نہیں فرمایا۔ ان کی بیٹی حضرت امامہ حضرت علی کی زوجہ تھیں۔

7۔ باب غزوۃ الخندق میں بنی قریظہ کے محاصرہ کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں:

(امام احمد و طبرانی روایت کردہ کہ بیست و پنج روز محاصرہ داشتند تا آنکہ بتنگ آمدن بحق جل شانہ در دل آنہا رعب انداخت کعب بن اسد کہ از روسای اینہا بود گفت ایمان آرید یا زنان و فرزندان را بکشید و پیادہ بہ در روید گفتند ایمان نمی آریم و نمی کشیم زن و فرزندان را و چہ زندگانی است بعد از کشتن زن و فرزندان کسے را پیش ابو لبابہ کہ از اعیان صحابہ است و حلیف او بود فرستادند او گفتہ فرستاد کہ اگر می آید ہمہ کشتہ می شوید[28] و ابو لبابہ ازین خیانتے کہ از وی بوجود آمد بمسجد نبوی رفتہ خود را بستون مسجد بر بست کہ تا توبہ او مقبول نشود خود را جا نکند و توبہ بموقع قبول افتادہ آخر ایں جماعۃ بحکم آنحضرت ﷺ فرمود آمدند قریظہ بضم "ق" و فتح "را" و سکون تحتیہ و طاء معجمہ قبیلہ ایست از یہود خیبر سابقا معلوم شد کہ اینہا عہد با اہل اسلام داشتہ اند و از بدنزادی نقض عہد نمودہ داخل احزاب شدہ بمحاربہ آنحضرت ﷺ آمدہ بودند و این واقعہ در ہفت روزی کہ باقی ماندہ بود از ذی قعدہ سنہ خمس بودہ است لشکر اسلام درابن غزوہ سہ ہزار مرد و سی و شش سوار اسپ بودند)۔[29] "امام احمد اور طبرانی سے روایت ہے کہ پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا۔ کعب بن اسود ان کا سردار تھا۔ اس نے کہا کہ ایمان لے آؤ یا اپنی بیویوں یا بچوں کو قتل کر دو اور پیدل باہر آجاؤ۔ قوم نے کہا کہ نہ ہم ایمان لائیں گے نہ بیوی بچوں کو قتل کریں گے کہ بیوی اور بچوں کو قتل کرنے کے بعد کیا زندگی ہے؟ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ جو کہ عظیم صحابہ میں سے تھے ان کے حلیف تھے انہیں بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اگر حضور ﷺ آ گئے تو وہ تم سب کو قتل کر دیں گے۔ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ اس خیانت کی وجہ سے مسجد نبوی ﷺ میں آئے اور اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ تا کہ

جب تک ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اپنے آپ کو خود نہیں کھولیں گے۔ توبہ اپنے وقت پر قبول ہوئی اور یہ صحابی حضور ﷺ کے حکم کے مطابق باہر آگئے۔ قریظہ "ق"مضموم اور "را"مفتوح سکون "یا"اور "ظ"معجمہ کے ساتھ یہود کا قبیلہ ہے۔ پیچھے معلوم ہوچکاہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پھر انہوں نے عہد توڑااور احزاب کے ساتھ شامل ہو گئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی۔ یہ واقعہ پانچ ہجری سے سات دن پہلے شروع ہوا اس میں لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی"۔

شیخ کی مذکورہ بالا شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریظہ جو کہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے ان کا مدینہ طیبہ سے اخراج بحکم الٰہی تھا۔ حضور ﷺ نے ابو لبابہ کو ان کے فیصلے کے لیے بھیجا لیکن ان سے خطا سرزد ہوگئی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا راز افشا کر دیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ لیا اور یہ قسم کھالی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ انہیں نہیں کھولیں گے وہ اپنے آپ کو آزاد نہیں کریں گے۔ یہ ستون آج بھی مسجد نبوی میں اسطوانہ لبابہ کے نام سے یادگار ہے۔ پھر ان کی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے خود انھیں کھولا۔ اس واقعہ سے صحابہ کرام کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وفا اور اخلاص کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور بنو قریظہ کی بدعہدی اور اسکی سزا بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس غزوہ میں لشکر اسلام کی مختصر تاریخ کا پتہ بھی چلتا ہے۔

8۔ باب غزوۃ الرجیع میں قنوت نازلہ کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:(انشراح این قصہ آنست کہ قبیلہ رعل وذکوان آنہا عہد وامان یافتہ بودند نزد آنحضرت ﷺ آمدہ التماس نمودند کہ ما از قبیلہ خود دشمناں داریم کہ برما غلبہ می کنند جمع راہمراہ کند کہ مدد ما نمایند آنحضرت ہفتاد کس راہمراہ کرد تا رفت آنہارا دعوت اسلام کند اگر قبول نماید بہمراہ ایشاں محاربہ کنند چوں بہ بیر معونہ بجمعی دیگر از قبائل خویش کہ عہد نداشتند غدر کردہ ایں جماعت صحابہ رابشہادت رسانیدند)۔[30] "اس قصہ کی شرح یہ ہے کہ قبیلہ رعل اور ذکوان جو عہد و اماں رکھتے تھے حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمارے قبیلہ میں کچھ ہمارے دشمن ہیں جو ہم پر غالب آجائیں گے۔ آپ ایک جماعت ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہماری مدد کرے۔ حضور ﷺ نے ستر بندوں کو ان کے ساتھ بھیج دیا تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جنگ کریں۔جب بیر معونہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے قبیلے میں سے عہد نہ رکھنے والے لوگوں کے ساتھ مل کر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا"۔

اس کے بعد شیخ نور الحق نے قبیلہ رعل اور ذکوان کی مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کا تذکرہ کیا ہے اس سے قنوت نازلہ کا شان نزول بھی معلوم ہوا۔ بیر معونہ کے واقعہ کے بعد اس کا آغاز ہوا۔ ایک ماہ بعد اسے رسول اللہ ﷺ نے اسے ترک فرما دیا۔ شوافع کے نزدیک اب بھی قنوت نازلہ پڑھی جاتی ہے۔ جبکہ احناف صرف وتر میں قنوت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی عمومی مصیبت نازل ہو جائے۔ تو احناف بھی قنوت نازلہ پڑھنے کے قائل ہیں۔[31]

9۔ باب ما جاء فی زمزم کی وضاحت میں لکھتے ہیں: زم زم نام چاہی است پیش روئے کعبہ معظم در مسجد حرام اول کسے کہ آنرا بر آوردہ جبرائیل است برائے آب دادن اسماعیل علیہ السلام بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام آنرا کند اں چاہ بر آورد مدتہا از شومی

افعال ظلمہ مندرس ونشانی ازوی نماند حق جل شانہ بر عبد المطلب منت نہاد و در خواب اور ابعلامات مکان اعلام کرد ظاہر کرد آنرا او تا امروز بر منصہ ظہور جلوہ گر است و در فضل آں احادیث بسیار ورود یافتہ ازاں جملہ آنکہ "ماءزمزم لما شرب لہ"(32))۔"(33)

زمزم کا چشمہ مسجد حرام میں کعبہ معظمہ کے سامنے ہے۔ سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلانے کے لیے جبرائیل علیہ السلام نے نکالا تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کھود کر کنواں بنادیا ظالموں کو بُرے کاموں کی وجہ سے کافی عرصہ بند رہا اور اس کے نشانات بھی باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد المطلب پر احسان فرمایا اور خواب میں انہیں اس کی علامات اور جگہ بتائی انہوں نے اسے ظاہر کیا اور اب تک یہ ظاہر ہے اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آب زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے وہ حاصل ہو جاتا ہے"۔

ترجمۃ الباب کی وضاحت میں آب زمزم کی پوری تاریخ بیان کر دی ہے۔ آب زمزم کا آغاز اور پھر بعد میں اس کے بند ہونے کی وجہ بیان کی ہے۔ حضرت عبد المطلب کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ وہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے متبرک چشمہ کو دوبارہ جاری فرمائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی احادیث مقدسہ میں آب زمزم کی فضیلت بیان فرمائی۔

10۔ باب دخول الحرم و مکۃ بغیر احرام میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے {جاء رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ قال اقتلوہ}۔ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: (ابن خطل نام او عبد العزیٰ است وی اسلام آورد و آنحضرت ﷺ نام او عبد اللہ نہاد و اور ا بیکے از انصار بر صدقات گرفتن تعین فرمود ابن خطل درراہ انصاری را کشتہ مرتد شد و آں شقی را دو جاریہ مغنیہ بود کہ تغنی بہجو آنحضرت ﷺ می کردند لعنۃ اللہ علیہم)۔(34)" خطل کا نام عبد العزیٰ تھا حضور ﷺ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور اسے ایک انصاری کے ساتھ زکوۃ لینے پر متعین فرمایا ابن خطل نے راستے میں انصاری کو شہید کر دیا اور مرتد ہو گیا اس بدبخت کی دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو رسول ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھیں۔ لعنت اللہ علیہم"۔

ابن خطل رسول اللہ ﷺ کا گستاخ تھا اس لیے اسے کعبہ کے پردے میں لپٹے ہوئے قتل کروا دیا۔ اس سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

11۔ باب من قتل من المسلمین یوم اُحد کی شرح میں لکھتے ہیں:

(از طبقات ابن سعد از عمرو بن اسحاق منقول است کہ حمزہ پیش آنحضرت ﷺ نبود پس قتال کرد. بعضے را کشت و زخمی کرد و می گشت در معرکہ و می گفت انا اسد اللہ وحشی کہ در کمین نشستہ بود حربہ انداخت و او را بشہادت رساند و ہم درین طبقات آوردہ کہ ہند زنے ابو سفیان وقتے کہ خوائید جگر حمزہ را نتوانست خورد چون این خبر بآنحضرت رسید فرمود آیا خورد جگر حمزہ گفتند نتوانست خورد فرمود خدا انگاہ داشت کہ چیزے از حمزہ بآتش دوزخ در آید اگر گوئی این کلام مشعر است کہ ہند دوزخی است و وی در آخر مسلمان شدہ است و اسلام دور می کند ہر گناہی کہ پیش ازان باشد گویم این حکم بنا بر حال کفر اوست کی درین وقت داشتہ(35)) ۔"(36)

طبقات ابن سعد میں عمرو بن اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہیں تھے۔ آپ نے جنگ کی۔ بعض کو قتل اور بعض کو زخمی کیا۔ آپ میدان جنگ میں یہ کہتے ہوئے پھر رہے تھے کہ میں اللہ کا شیر ہوں۔ وحشی جو کہ تاک میں بیٹھا تھا اس نے چھوٹا نیزہ مارا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اسی طبقات میں آیا ہے کہ ہند جو ابو سفیان کی بیوی تھی۔ جب اس نے

حضرت حمزہ کا جگر چبایا تو اسے کھانہ سکی۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس نے حمزہ کا جگر کھایا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ نہیں کھا سکی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حمزہ کے جسم کو دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہند دوزخی ہے، حالانکہ وہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھی۔ اور اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم انکی حالت کفر تک تھا"۔

۔ باب غزوۃ احد میں حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے { قال صلی رسول اللہ ﷺ علی قتل احد بعد ثمان سنین }۔ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: (پوشیدہ نماند کہ واقع احد در شوال سنہ سوم است و وفات آنحضرت ﷺ در ربیع الاول سنہ یازدہم بود پس تمام مدت از غزوہ احد تا مدت رحلت ہفت سال و پنج یا شش ماہ است چنانکہ سیاق حدیث دلالت دارد بر آنکہ این صلاۃ در آخر ہائے عمر است راوی این چند ماہ را بعد از ہفت سال از روئے مسامحت و تجوز سال شمردہ است و مراد از صلاۃ دعا است از جہت اجماع بر این کہ نماز جنازہ بر میت بعد از سہ روز روانیست نزد حنفیہ و شافعی بعد از ہمان نماز کہ اول بر جنازہ کردہ باشند نیز روانہ داشتہ)۔[37] "واقعہ احد شوال تین ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات ربیع الاول گیارہ ہجری میں ہوئی۔ غزوہ احد سے حضور کے وصال تک کل مدت سات سال اور پانچ یا چھ مہینے ہے۔ جس طرح کہ سیاق حدیث اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ نماز آخری عمر میں تھی۔ راوی نے سات سال کے بعد کے چند مہینوں کو از روئے مسامحت اور اختصار سال شمار کیا ہے۔ صلاۃ سے مراد دعا ہے۔ کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ احناف کے نزدیک تین دن کے بعد میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ اور شوافع کے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہی نہیں"۔

خلاصۂ بحث

شیخ نور الحق محدث دہلوی نے کثرت سے تاریخی واقعات، صحابہ کرام کے حالات زندگی اور اماکن کا تذکرہ کیا ہے۔ احادیث کے شان ورود میں واقعات ذکر کیے ہیں۔ جس سے بہت سی شخصیات و اماکن کا تعارف بھی ہوتا ہے اور سیرت کے واقعات مستند حوالہ جات سے معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ کی شرح حدیث سے سیرت کے واقعات اخذ کر کے سیرت النبی ﷺ پر کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔

References

(1) Munshi Barkat Ali, Mirat-ul-haqaiq (Rampur: Azizi Publisher), 38.

(2)Dr. Muhammmad Aasim, Hayat o Khidmat Muhaddiseen izam (Nooria Rizvia publications Lahore), 638.

(3) Sheikh Noor-ul-haq Dehlvi, Quran-ul-Saadain, National commette for Seven Hundred Years Ameer Khusro-1.

(4) Ahmad Nizami, Hayat Sheikh Abd-ul-haq Khaleeq (Lahore: Maktaba Rehmania), 248.

(5) Ahmad, 248.

(6) Ghulam Ali Azad Balgrami, Maasir-ul-kiraam (Hyderabad: Aasfia Book Centre,1913), 1:201.

(7)Ahmad, 248.

(8)Ghulam Ali, 1:49.

(9) Ayub Qadri, trans Farhat-ul-Nazireen, (Karachi: Acadmi of Education Research), 67.
(10) Rehman Ali Nami, Tazkarah Ulama-i-Hind (Nolakshore: Munshi), 247.
(11)Ahmad, 249.
(12) Ghulam Ali, 1:201.
(13) Syed Ahmad Qadri, Tazkira Sheikh Abd-ul-Haq, (Patna 6:Shad Book Depot), 218.
(14) Syed Abu-ul-Hassan Nadvi, Tareekh Dawat o Azeemat (Karachi: Majlish Nashriat-i-Islam,), 5:181.
(15) Faqeer Muhammad Jhelumi, Hadaiq-ul-Hanfia (Lahore: Almizaan Book Printers), 438.
(16) Ahmad, 251.
(17) Sheikh Abd-ul-Haq, Topic Research Dr. M. Younas Qadri (Maktaba Al-Haq), 112.
(18) Aasim, 638.
(19) Sheikh Noor-ul-Haq Dehlvi, Taiseer-ul-Qari Sharah Sahih Bukhari, 1:2.
(20) Noor-ul-Haq, 3:81.
(21)Noor-ul-Haq, 3:331.
(22) Noor-ul-Haq, 1:26.
(23) Noor-ul-Haq, 1:44.
(24) Noor-ul-Haq, 1:61.
(25) Noor-ul-Haq, 1:68.
(26) Noor-ul-Haq, 1:289.
(27) Noor-ul-Haq, 1:189.
(28) Imam Ahmad Bin Hambal, Musnad Ahmad Bin Hambal, 42:22.
(29) Noor-ul-Haq, 4:76.
(30) Noor-ul-Haq, 4:69.
(31) Abu Bin Masood Kasani, Badai-ul-Sanai (Quetta: Maktaba Rasheedia), 1:612.
(32) Muhammad Bin Ishaq Muttalabi, Serat Ibn-i-Ishaq (Bairoot: Dar-ul-Fikr), 1:25.
(33) Noor-ul-Haq, 2:93.
(34) Muhammad Bin Saad, Tabqat Ibn-I-Saad (Taaif: Maktba Al-Siddique), 1:476.
(35) Noor-ul-Haq, 4:59.
(36) Noor-ul-Haq, 4:59.
(37) Noor-ul-Haq, 4:59.